وجع الفواد کے سخت حملے ہوئے اور آخرکار مجھے وہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اب اس نظام اور تحریک کو چلانا میرے بس میں نہیں ہے۔ اس وقت سے صحت کا بگاڑ پیہم بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اس حالت میں اصلاح احوال محض میرے کچھ لکھ دینے اور کہہ دینے سے نہیں ہوسکتی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ جو کام نیک نیتی کے ساتھ خدا کے دین کی برتری کے لیے شروع کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو سیدھے راستے پر قائم کردے اور جو لوگ جماعت کو چلانے والے ہیں ان کی رہنمائی فرمائے۔ میری زندگی اب آخری مراحل میں ہے۔ بہت جیا تو سال دو سال اور جی لوں گا۔ آگے کام تو انھی لوگوں کو کرنا ہے......

خاکسار

ابوالاعلیٰ

□ ایک سدابہار شخصیت: ابوالقاسم شیخ°

میں نے اپنے بچپن میں کئی بار مولانا مودودیؒ کو دیکھا تھا۔ جب کبھی مولانا کراچی آتے تھے تو میرے والد شیخ محمد حسین صاحب کو طلب فرما کر انھیں ہدایت فرماتے کہ محمد میاں کو کل میرے پاس بھیج دیں۔ محمد میاں حلقہ گلبہار میں رہایش پذیر تھے اور مولانا جب بھی کراچی تشریف لاتے تو محمد میاں ہی مولانا کے بال تراشنے اور خط بنانے کے لیے جاتے تھے۔

کراچی میں راقم کو کئی مرتبہ ان کے پانوں کی حفاظت کا شرف حاصل ہوا، جو حکیم محمد یوسف صاحب اپنے گھر سے کافی تعداد میں لگوا کر لاتے تھے۔

۷ جولائی ۱۹۷۴ء کی یہ ایک سہانی شام تھی جب میں مولانا کی رہایش گاہ پر عصری نشست میں موجود تھا۔ میں مولانا کی کرسی کے پائے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا اور مولانا کو سلام کیا۔ مولانا نے جواب دیا تو میں نے کہا: ''حسین صاحب نے سلام کہا ہے'' تو فوراً کہنے لگے:

° کونسلر، ضلعی حکومت (لیاقت آباد) کراچی

''گولیمار والے''۔ میں نے کہا: ''جی ہاں، میں انھی کا فرزند ہوں''۔ تو کہنے لگے: ''بھئی جماعت میں ایک ہی تو حسین ہے انھیں میرا سلام کہیے گا''۔ یادداشت غضب کی تھی۔ میرے خیال میں مولانا، جماعت کے اکثر ارکان کو نام کے ساتھ پہچانتے تھے۔ اس کے بعد میں نے مولانا سے استفسار کیا: ''مولانا، خواب اور خواب کی تعبیر کی کیا حقیقت ہے؟ کیا خواب کی تعبیر معلوم کرنا جائز ہے؟ اور معلوم کی جائے تو کس سے؟'' مولانا نے جواب دیا: ''خواب کی تعبیر معلوم کرنا جائز ہے اور جو اس علم میں ماہر ہو اس سے تعبیر معلوم کرنا چاہیے''۔ اس پر میں نے مولانا سے پوچھا: ''کیا آپ بھی یہ علم جانتے ہیں؟'' تو مولانا نے جواب دیا: ''نہیں، میں یہ علم نہیں جانتا''۔ پھر میں نے مولانا سے کہا: ''آپ اپنے خوابوں کے بارے میں بھی تو کچھ بتائیں'' اس پر محفل کشتِ زعفران بن گئی۔ مولانا خود بھی مسکرا دیے اور فرمانے لگے: ''مجھے خواب نظر تو آتے ہیں مگر دھندلے ہوتے ہیں اور جو کچھ نظر آتا ہے صبح اٹھ کر بھول جاتا ہوں''۔

اسی طرح کراچی میں جلسوں اور استقبالیوں کے مواقع پر مولانا سے کئی دفعہ ہاتھ ملانے کا موقع ملا۔ ان کا ہاتھ ملانے کا انداز اتنا مشفقانہ اور گرم جوش ہوتا تھا کہ میں آج تک اس گرم جوشی کا لمس محسوس کرتا ہوں۔ ہاتھ ملاتے وقت نہ تو بیزاری کا اظہار کہ صرف مَس کر کے چھوڑ دیا اور نہ سختی کا اظہار کہ تکلیف پہنچے۔

مولانا سے ملنے کے بعد ایک فرحت کا احساس ہوتا ہے، جیسے آپ کسی خوشنما و معطر باغ میں داخل ہوگئے ہوں، جیسے ٹھنڈی ہوا کا معطر جھونکا! اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے ان کی شخصیت! کوئی متعصب اور حاسد خواہ اس کو تسلیم نہ کرے، مگر یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ نے مولانا کی شکل میں اُمت کو ایسا بطل جلیل عطا کیا کہ جس نے واقعی افکار کی دنیا میں انقلاب بپا کر دیا۔

مولانا کا یہی عزم و ارادہ ہے جو ان کی تحریروں سے جماعت کی تشکیل اور اس کے پروگرام سے ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا نے اپنے مشن کے لیے چومکھی نہیں بلکہ شش پہلو جنگ لڑی۔ ایک طرف صاحبِ اقتدار گروہ تھا تو دوسری طرف سرمایہ دارانہ و جاگیردارانہ نظام، تیسری طرف انھیں سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں سے نبردآزما ہونا پڑا۔ چوتھی طرف مذہبی پیشواؤں کا ایک طبقہ تھا جس کو مولانا کی تحریک کے نتیجے میں اپنا مذہبی اقتدار اور اجارہ داری ڈانواں ڈول ہوتی دکھائی